www.aaiil.org

خلیفہ جماعت قادیان

میاں طاہر احمد صاحب کی تقریر کا محققانہ جواب

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند

L25/A جنتا فلیٹس دلشاد گارڈن دہلی 110095

طباعت اوّل (ہندوستان) ۱۹۹۸ء

تعداد ۱۰۰۰

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

طباعت اوّل ہندوستان میں ۱۹۹۸

تعداد ۱۰۰۰

طابع ایم کے آفسیٹ پرنٹرس ۱۳۹۷ پہاڑی املی چوڑی والان

دہلی، 110006

ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ھند

L25/A جنتا فلیٹس گراؤنڈ فلور دلشاد گارڈن دہلی، 110095

کتاب ملنے کے پتے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ھند

L25/A جنتا فلیٹس گراونڈ فلور دلشاد گارڈن دھلی، 110095

●

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ھند

چوتھی منزل فاطمہ بائی کورٹ جیکب سرکل

17 مولانا آزاد روڈ ممبئ 400011 (مہاراشٹر)

●

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ھند

مسجد احمدیہ پیر مٹھا جموں۔ جموں کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب میاں طاہر احمد صاحب کی تقریر کا

جواب

جناب میاں طاہر احمد خلیفہ جماعت ربوہ نے سرینام میں ایک اجتماع کے سامنے جس میں ہماری جماعت لاہور کی بھی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو تقریر کی ہے اس کا ٹیپ سننے اور پورا متن بغور پڑھنے کے بعد ہمارے لیے یہ اشد ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس تقریر میں اٹھائے گئے سوالات اور نکات کا مفصل جواب دیں۔ کیونکہ آج دونوں جماعتوں کے نوجوان بلکہ بزرگ بھی جماعت لاہور اور جماعت قادیان ثم ربوہ کے درمیان اختلاف کے صحیح پس منظر اور ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۱۴ء تک کے تاریخی واقعات کا جن کا دستاویزی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے علم اور ادراک نہیں رکھتے۔ ہمیں امید ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے اور اسکی روشنی میں جناب میاں موصوف کی تقریر کا تجزیہ کرنے کے بعد وہ خود فیصلہ کر سکیں گے کہ حق کس جماعت کے ساتھ تھا اور ہے اور حق سے تجاوز اور روگردانی کس نے کی ہے۔

ہم جناب میاں صاحب موصوف کی تقریر کا جواب سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳۵ یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو انصاف پر قائم ہونے والے اللہ کے لیئے گواہی دینے والے ہو جاؤ گو یہ گواہی تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ اور قریبیوں کے خلاف ہو" اور سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۷۰

یا ایّھا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیدًا ، اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ذو معنی، مبہم اور الجھی ہوئی نہیں بلکہ سیدھی سیدھی بات کیا کرو۔ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے دیں گے۔

اختلاف کب ہوا اور کیوں ہوا ؟

ہم سب سے پہلے جناب میاں صاحب کے اس سوال کا جواب دیں گے کہ اختلاف کب ہوا اور کیوں ہوا ؟ جناب میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ اختلاف حضرت مولانا نورالدین کے وصال کے بعد ہوا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک انجمن کا بھی ذکر فرمایا ہے اس لیئے یہ جواب ذرا تفصیل طلب ہے کیونکہ جناب میاں صاحب نے اس بارے میں نہ تو حضرت صاحب کی کتب سے اور نہ ہی ۱۹۰۵ء سے ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء تک تحریکِ احمدیت کی تاریخ کے حوالے سے ہمارے سامنے واقعات کو اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔

حقیقتِ حال کیا ہے ؟

حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات کے متعلق متواتر الہامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اپنی وفات سے اڑھائی سال پہلے ایک رسالہ "الوصیت" ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو لکھ کر شائع فرمایا جس میں اپنی جماعت کو اللہ تعالیٰ سے تعلق۔ تقویٰ۔ طہارت۔ تزکیہ نفس۔ اخلاق و کردار کی تعمیر اور آنے والے ابتلاؤں اور آزمائشوں پر ثابت قدم رہنے کی نصائح کے علاوہ ایک خاص نصیحت یہ فرمائی کہ "جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو"۔ اس فقرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کی ماموانہ بصیرت اپنے بعد جماعت کے اندر اختلاف کی جھلک دیکھ رہی تھی جو آپ کے لیئے فکرمندی اور تشویش کا باعث تھی۔

آپ نے ۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو رسالہ الوصیت کا ضمیمہ شائع فرمایا جس کے مطابق آپ نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بنیاد رکھی اور اسے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" یعنی اپنی جانشین فرمایا۔ آپ ضمیمہ الوصیت کے قاعدہ ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لیے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"۔
رسالہ الوصیت اور ضمیمہ الوصیت کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء یعنی آپ کی وفات تک آپ کی کتب اور تحریرات سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صاحب نے کوئی ترمیم یا تنسیخ کرکے اپنے بعد کسی ایک فرد واحد کو اپنا خلیفہ یا جانشین مقرر کیا ہو یا آئندہ جماعت میں خلافت قائم کرنے کی خواہش کا اشارہ دیا ہو۔

آپ نے اس انجمن کے کل ۱۴ ممبر نامزد کئے جن میں سے حضرت مولانا نورالدینؓ کو صدر حضرت مولانا محمد علیؒ کو سیکرٹری اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ کو مشیر قانونی مقرر فرمایا۔ ہم نے یہ فہرست اپنے ان تین بزرگوں تک اس لیے محدود کی ہے کہ اختلاف کا سلسلہ انہی کے گرد گھومتا ہے آپ نے ۲½ سال تک خود اس انجمن کو ان قواعد وضوابط کے ماتحت چلایا جو آپ نے ضمیمہ الوصیت میں تجویز فرمائے تھے۔

اس انجمن کی پوزیشن اور اختیارات کو مزید واضح کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ کی حکمت سے حضرت صاحب کی زندگی میں ہی ۱۹۰۷ء میں مسجد مبارک کی توسیع کا واقعہ پیش آیا۔ توسیع کے لیے انجمن نے ایک نقشہ تیار کر کے میر ناصر نواب صاحب (حضرت صاحب کے خسر) کے سپرد کیا۔ کہ وہ اس نقشہ کے مطابق مسجد تعمیر کرائیں لیکن انہوں نے انجمن کے فیصلہ سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق مسجد بنانا چاہی۔ انجمن نے ان سے اس بات میں اختلاف کیا تو وہ انجمن پر بہت بگڑے اور بر سے حضرت صاحب کے سامنے اس کی شکایت کی۔ انجمن کے ممبران نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ "اگر انجمن کے ریزولیوشنوں کی تعمیل میں اسی طرح من مانی ہوتی رہی تو کام کیسے چلے گا۔" اس پر حضرت صاحب خود انجمن کے اجلاس میں تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھوں سے یہ تحریر لکھ کر دی۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

(مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء)

آپ کی اس تحریر نے تین امور کا قطعی فیصلہ کر دیا تھا

۱۔ آپ کے بعد کوئی فرد واحد خلیفہ یا جانشین نہیں ہوگا۔

۲۔ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہوگی۔

۳۔ حضرت صاحب کے بعد تمام جماعتی امور کے فیصلے کثرت رائے سے ہوں گے اور وہی صحیح اور قطعی ہوں گے

انجمن کے فیصلے سے میر ناصر نواب مرحوم کے اختلاف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کے اہل خاندان کے دل میں انجمن کے قیام کے دن سے ہی ایک گرہ بیٹھ گئی تھی کیونکہ ان کے خاندانی گدی یا خلافت قائم کرنے کی خواہش پر وقتی طور پر پانی پھر گیا تھا۔ یہیں سے اختلاف کا وہ بیج پڑ گیا تھا جس نے آگے چل

کر ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر لی۔ اور تحریکِ احمدیت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔

حضرت مولٰنا نورالدین کا انتخاب :

حضرت مولانا نورالدین کو جماعت کے اندر اپنے تقوی۔ طہارت، علمی فضیلت، قرآن سے عشق، بے مثال قربانیوں مومنانہ فراست اور حضرت صاحب سے بے پناہ محبت کی وجہ سے ایک منفرد مقام حاصل تھا جس کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا تھا: ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُرا ز نورِ یقیں بودے

کتنا اچھا ہوتا کہ اس امت کا ہر فرد نور دیں ہوتا۔ یقیناً ایسا ہی ہوتا اگر ہر ایک کا دل یقین کے نور سے بھرا ہوا ہوتا۔ اس لیے تمام جماعت آپ کو حضرت صاحب کا جانشین منتخب کرنے پر متفق ہو گئی۔ لیکن جب حضرت خواجہ کمال الدین بعض دیگر اصحاب کے ہمراہ آپ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"میاں محمود احمد اور میر ناصر نواب صاحب کا اس پر اتفاق نہیں"۔ جب میر ناصر نواب صاحب اور میاں محمود احمد سے پوچھا گیا تو انہوں نے اپنی والدہ سے مشورہ کرنے کے بعد ساری جماعت کے اتفاق کو دیکھتے ہوئے "مصلحتاً" (اس وقت میاں محمود احمد کی عمر ۱۹ سال تھی۔) اس پر اتفاق کر لیا اور حضرت مولٰنا نورالدین نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔ اس طرح آپ حضرت صاحب کے خلیفۃ المسیح منتخب ہو گئے۔ اور جماعت کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیئے آپ کے ہاتھ پر تمام جماعت نے بیعت کی۔ ورنہ ان لوگوں کو جنہوں نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی تھی انہیں حضرت مولٰنا کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ بیعت سلسلہ میں داخل کرنے کے لیئے نہیں اتحاد کو قائم رکھنے کے لیئے تھی۔

اپنی خلافت قائم کرنے کا یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد جناب میر ناصر نواب مرحوم، میاں محمود احمد صاحب مرحوم اور ان کے دیگر لواحقین نے حضرت مولٰنا نورالدین کے بعد دوسرا موقعہ ضائع نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور حضرت مولانا کی زندگی میں ہی اس کے لیے اندر ہی اندر منصوبہ بندیاں اور تیاریاں شروع کر دیں جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

قدرت ثانیہ اور خلافت

جناب میاں طاہر احمد نے اپنی تقریر میں انجمن کے قیام اور اس کے جانشین ہونے کے ساتھ ساتھ قدرت ثانیہ

کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "جماعت قادیان کے نزدیک خلافت کی جو قدرت ثانیہ ہے جسکی پیشگوئی فرمائی گئی تھی اور وہ انجمن کے اوپر فائق تھی۔ انجمن کو اس کے تابع کر دیا گیا تھا۔" یعنی قدرتِ ثانیہ سے مراد خلافت تھی اور انجمن اس کے تابع تھی۔

قدرت ثانیہ حضرت صاحب کے نزدیک

قدرت ثانیہ کے بارے میں حضرت صاحب اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تاکہ مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی (اپنی وفات کی بات) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیساکہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے، جیساکہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔" (الوصیت)

براہین احمدیہ کے یہ الفاظ ہیں:

یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ اور قرآن کریم کے مطابق ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی فرمایا گیا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضرت صاحب نے اس تحریر میں کہیں اشارہ تک نہیں کیا اور نہ کنایۃً یہ فرمایا ہے کہ قدرت ثانیہ یعنی دوسری قدرت سے مراد میرے بعد کسی قسم کی خلافت کا قیام ہے اور انجمن جس کو میں نے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین کہا ہے وہ اس خلافت کی تابع ہوگی۔ حضرت صاحب کا یہ فقرہ کہ " وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں

پر غلبہ دوں گا۔" ظاہر کرتا ہے کہ "قدرت ثانیہ" حضرت صاحب کی جماعت ہے جو ہمیشہ رہے گی اور آپ کے روحانی مشن کو دنیا میں جاری رکھے گی نہ کہ کوئی شخصی خلافت۔ میاں طاہر احمد صاحب حضرت صاحب کے سارے لٹریچر میں سے کوئی ایسی تحریر پیش نہیں کر سکتے جس میں حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہو کہ قدرت ثانیہ سے مراد شخصی خلافت ہے اور یہ خلافت ہمیشہ بطور وراثت میرے خاندان میں رہے گی۔

جماعت لاہور حضرت مسیح موعود کو حکماً عدلاً دل سے یقین کرتی ہے اور آپ کا ہر فیصلہ بلا حیل و حجت تسلیم کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتی ہے لیکن آپ کے مقابلے میں کسی اور شخص کی خواہ وہ اپنے آپ کو کتنے ہی اعلیٰ مقام پر فائز سمجھتا ہو کوئی من مانی اور بے دلیل تعبیر و تشریح کو قبول نہیں کر سکتی۔ خلافت کے حق میں حقائق کو مسخ کر کے اور توڑ موڑ کر پیش کرنا حق و انصاف اور تقویٰ کی بات نہیں۔

حضرت نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہؓ کا نمونہ

جناب میاں طاہر احمد اپنی خاندانی خلافت کے متعلق سمجھانے کے لیے حضرت رسول صلعم کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے جو نمونہ پیچھے چھوڑا جو تقلید کے لائق ہے ہم اس کی پیروی کریں۔ حضرت رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد کوئی انجمن قائم نہیں کی گئی بلکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے ذریعے روحانی قیادت مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ اور اس کا وعدہ قرآن کریم کی آیت استخلاف میں دیا گیا تھا!

ع : بریں عقل و دانش بباید گریست

میاں صاحب نے بلا سوچے سمجھے خلافت کے نشے میں مخمور ہو کر ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس کی زد براہ راست حضرت مسیح موعود پر پڑتی ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی تقلید نہ کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہی ایک انجمن بنا کر اسے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین کہہ دیا اور کوئی خلافت قائم نہ کی۔ اسے کہتے ہیں نفس کی غلامی۔ وہ نعوذ باللہ حضرت صاحب پر آنحضرت صلعم کی نافرمانی کا الزام لگاتے ہیں اور حضرت صاحب فرماتے ہیں میں آنحضرت صلعم کی کامل اتباع سے مسیح موعود کے مقام پر پہنچا ہوں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے میاں طاہر صاحب کو تاریخ اسلام کی ذرا بھی شد بد نہیں۔ اگر ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کی وفات پر مہاجرین اور انصار کے درمیان خلافت کے مسئلہ پہ ہرگز اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ آپ کے بعد قوم اس وقت کے طریقہ کے مطابق یکے بعد دیگرے خلفاء راشدین کو منتخب کرتی رہی اور ان میں سے کسی نے بھی روحانی قائد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے انتخاب کے بعد اپنے خطبے میں

ک: "مجھے یہ حکومت سپرد کی گئی ہے اور میں اس کی خواہش نہیں رکھتا اور میں چاہتا تھا کہ تم میں سے کوئی اور اس کام کو سنبھال لیتا۔" اپنے بعد آپ نے اپنے کسی بیٹے کو خلافت کے لیئے نامزد نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے ان خلفاءِ راشدین میں سے کسی خلیفہ نے بھی اپنے بعد اپنے خاندان میں خلافت بطور وراثت قائم نہیں کی۔ یہ خلافت راشدہ حضرت علی رضؓ کی شہادت کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہو گیا کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کر دیا۔ اس کے بعد فتنوں کا جو دروازہ کھلا وہ آج تک بند ہونے میں نہیں آتا۔ اگر آیت استخلاف خلافت راشدہ کی روحانی خلافت کے متعلق ہوتی تو اس طرح اپنے اختتام کو نہ پہنچتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انّ اللہ لا یخلف المیعاد۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ اور یہ خلافت ہمیشہ کے لیے امت میں جاری رہتی۔ خلفاء راشدین کا قابلِ تقلید نمونہ تو یہ تھا کہ ان میں سے کسی نے خلافت کو اپنے گھر کی لونڈی بنا کر نہیں رکھا بلکہ وہ سب مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے اس نمونہ کی تقلید کیوں نہ کی۔ کیا جماعتِ قادیان میں حضرت مسیح موعود کے عاشقوں میں سے کوئی ایسا بزرگ نہ تھا جنہیں ان کے تقویٰ، نیکی، طہارت، تعلق باللہ کی وجہ سے میاں محمود احمد صاحب مرحوم کی بجائے جن کی عمر اس وقت صرف ۲۵ برس تھی منتخب کر لیا جاتا؟ اور کیا خلفائے راشدین نے اپنے انتخاب کے لیے نعوذ باللہ تخریبی سرگرمیوں اور سازشوں سے کام لیا اور اپنے آپ کو منتخب کرانے کے لیے اسلامی طریقہ اختیار کرنے کی بجائے پوپ کے طریقہ انتخاب کو اختیار کیا جبکہ جناب میاں محمود احمد مرحوم نے خلافت کو اپنی خاندانی میراث بنانے کے لیئے فرمایا ہے:

"میں نے ایک کمیٹی بھی بنائی ہے جو عیسائی طریقہ انتخاب پر غور کرے گی جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا اسی طرح تم کو بنائے گا سو میں نے کہا عیسائی جس طرح انتخاب کرتے ہیں اس کو بھی معلوم کرو۔ ہم نے اس کو دیکھا ہے گو ابھی پوری طرح تحقیق نہیں ہوئی۔ وہ بہت سادہ طریق ہے اس میں جو بڑے بڑے علماء ہیں ان کی چھوٹی سی تعداد پوپ کا انتخاب کرتی اور باقی عیسائی دنیا اسے قبول کر لیتی ہے۔"

(خلافت حقہ اسلامیہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۰ء) صفحہ ۵۱، ۵۲

سوال یہ ہے کہ پہلوں کو بھی خلیفہ عیسائی طریقہ انتخاب کے ذریعے بنایا گیا تھا اور کیا عیسائیوں کا طریقہ انتخاب آنحضرت صلعم اور خلفاء راشدین کی پیروی میں شامل ہے؟

جس آیت استخلاف کا میاں طاہر احمد صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ سورۃ النور کی آیت ۵۵ وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ

وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے۔ اس آیت کے عربی الفاظ اور ترجمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جس کی وضاحت آپ نے بخاری میں اپنی اس حدیث میں فرمادی تھی:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیا کلما هلک نبی خلفه نبی وانّه لانبی بعدی وسیکون خلفاء

یعنی بنی اسرائیل کی رہنمائی نبی کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا اس کا جانشین ہوجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفا ہوں گے اور اسی حدیث کے مطابق حضرت صاحب نے اپنے آپ کو "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ فرمایا ہے"

آنحضرت صلعم کے بعد خلفاء راشدین کو روحانی خلافت بھی ملی اور حکومت بھی لیکن ان کے بعد حکومت باقی رہ گئی اور روحانی خلافت کا سلسلہ اس امت میں مجددین کے ذریعے اس حدیث ان اللہ یبعث لهذہ الامة علی راس کل مائة من یجدد لها دینها۔ کے مطابق اللہ تعالےٰ نے قائم کیا۔ حضرت صاحب نے اسی حدیث کے مطابق براہین احمدیہ میں ۱۸۸۴ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس لئے ان خلفاء سے مراد سلسلہ مجددین ہے جو اس امت میں ۱۴ صدیوں سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ کیا حضرت صاحب پر بھی انہی الفاظ میں یہ آیت بذریعہ وحی نبوت اتری اور اللہ تعالےٰ نے ان سے بھی اسی مقام و مرتبہ کی خلافت کے قیام کا وعدہ فرمایا۔ جو آجکل جماعت ربوہ میں جاری ہے۔ حضرت صاحب کے تمام لٹریچر میں جو آپ کے وصال تک آپ کے قلم سے نکلا ایسی کوئی آیت یا الہام نظر نہیں آتا۔ اس لیے خلافت راشدہ اور ربوی خلافت کے درمیان کوئی مماثلت یا تطابق قائم کرنا قرینِ تقویٰ اور انصاف نہیں ہے۔ ہاں بڑے دقیق SUBTLE طریقے سے میاں طاہر احمد صاحب نے ہمارے دماغ میں اپنا یہ عقیدہ بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ بقول میاں محمود احمد صاحب مرحوم چونکہ اسمهٗ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہیں اس لیے آیت استخلاف کا اطلاق بالواسطہ ان پر بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ حضرت صاحب کے عقیدہ کے قطعاً منافی ہے جس کا ذکر ہم اختلافِ عقائد کے ذکر میں کریں گے۔

آنحضرت صلعم نے اپنے بعد کوئی انجمن قائم نہ کی:

جناب میاں طاہر احمد فرماتے ہیں کہ "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کوئی انجمن قائم نہیں کی گئی"۔ یہ درست ہے لیکن میاں صاحب موصوف کے اس اعتراض کی زد براہ راست مسیح موعود کی

ذاتِ اقدس پر پڑتی ہے۔ جنہوں نے اپنے بعد نہیں بلکہ اپنی زندگی میں انجمن قائم کر کے اسے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" قرار دیا۔ اور اپنے بعد کسی خلافت کے قیام کا ذکر تک نہ کیا۔ حضرت صاحب نے اپنی قائم کردہ انجمن کو اڑھائی سال تک اپنی زندگی میں اپنے تجویز کردہ اصولوں کے مطابق چلایا۔ انہی اصولوں کی پیروی میں یہ انجمن چھ سال تک حضرت مولانا نورالدین کی قیادت میں چلتی رہی اس دور میں جماعت کی جو ترقی اور نیک نامی اور مقبولیت ہوئی اس کا ذکر ہم اس سے قبل کر آئے ہیں۔ انجمن کا مقصد باہمی مشوروں سے قومی امور کا فیصلہ کرنا اور ان پر عمل کرنا تھا۔ اس کا حکم قرآن کریم میں "وشاورھم فی الامر" اور "وامرھم شوریٰ بینھم" میں موجود ہے۔ ہماری "احمدیہ انجمن لاہور" کی جو حضرت صاحب کی قائم کردہ انجمن کے نقشِ قدم اور اصولوں پر قائم ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے حضرت صاحب کے اعلائے کلمۃ اللہ کے مشن کو اپنے محدود وسائل اور استطاعت کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہے۔ صدر انجمن احمدیہ بھی باہمی مشاورت سے متفقہ طور پر یا اکثریت کی بنا پر فیصلے کرتی تھی اور وہی درست اور قطعی تسلیم کیے جاتے تھے البتہ یہ انجمن کسی خلیفہ کے ہر ناجائز اور آمرانہ فیصلے کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہو سکتی تھی یہ کہہ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی انجمن قائم نہیں کی گئی تھی سامعین کے ذہنوں میں الجھاؤ اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جسے "تقویٰ" نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ آنحضرت صلعم خلفائے راشدین اور حضرت صاحب کے چھوڑے ہوئے نمونہ کے ہرگز مطابق نہیں۔

انجمنوں کے بس کی بات نہیں کہ وہ رُوحانی قیادت کر سکیں :

جناب میاں طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "انجمنوں کے بس کی بات نہیں کہ وہ روحانی قیادت کر سکیں"۔

جناب میاں صاحب موصوف کی خدمت میں عرض ہے کہ کیا حضرت صاحب کو جو مامور وقت اور امام تھے معلوم نہ تھا کہ انجمنیں روحانی قیادت کی اہل نہیں ہوتیں اور اپنی زندگی میں ہی انجمن کی بجائے کسی کو خلیفہ نامزد کر جاتے تا کہ وہ روحانی قیادت کر سکتا اور اس طرح ایک سلسلہ خلافت جماعت کے اندر قائم ہو جاتا اور تحفہ ہی یہ بھی فرما جاتے کہ یہ خلافت میرے بعد میرے خاندان میں ہی بطور وراثت قائم و دائم رہے گی۔ اس سے کسی کو اختلاف نہ ہوتا۔ اس کے برعکس آپ نے انجمن قائم کیوں کر ڈالی۔

جناب میاں طاہر احمد دراصل اپنے سامعین کو یہ بتلانا چاہتے تھے کہ ان کی قیادت رُوحانی قیادت ہے۔ اگر گستاخی نہ ہوتی تو ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کرتے۔

انتی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

حضرت صاحب نے انجمن قائم کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ میں اسے روحانی قیادت کے لیئے قائم کر رہا ہوں بلکہ ضمیمہ الوصیت میں شرط ۱ کے ماتحت فرماتے ہیں "اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں"
ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید کے لیئے قائم کی گئی تھی۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نورالدین کی وفات پر حضرت مولانا محمد احسن جیسا روحانی انسان اور عالم وفاضل موجود نہ تھا جن کے متعلق حضرت صاحب نے ان دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ فرمایا تھا جن کے کندھوں پر مسیح نازل ہو گا کہ ایک ۲۵ سالہ نوجوان کو خلافت کا مستحق قرار دیا گیا۔ جناب میاں محمود احمد مرحوم کتنے روحانی مقام پر تھے اور ان کی تحریک احمدیت کے لیے کتنی قربانیاں تھیں کہ نگاہِ انتخاب انہی پر پڑی۔ کیا وہ حضرت مولینا محمد احسن کی نسبت زیادہ متقی۔ پارسا اور صاحب علم وفضل تھے؟ کیا اسی کو روحانی قیادت کہتے ہیں اور یہی خلفائے راشدین کا نمونہ تھا؟ ساری جماعت کو حق رائے دہی سے محروم کر کے حلقہ انتخاب کو "خاندان نبوت"، کے افراد اور جماعتوں کے امیروں تک محدود کر دیا گیا جن میں سے خاندان نبوت کے افراد کی تعداد ہی اتنی ہے کہ اگر جماعتوں کے امیر ووٹ نہ بھی دیں تو خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے اور کسی کی جرأت نہیں کہ خلیفہ کے لیے کوئی نام تجویز ہو تو کوئی مخالفت کر سکے۔

محترم میاں صاحب! روحانیت۔ تقویٰ۔ طہارت۔ تزکیہ نفس اور خواہشات نفسانی کو اللہ کی رضا کے لیے کچل دینے کا نام ہے نہ کہ ان کا غلام بن کر ہر جائز وناجائز طریقے سے اقتدار کی کرسی تک پہنچنے اور بزعم خویش اسے روحانی قیادت کہنے کا نام۔

اختلاف کیوں ہوا؟

اس کے متعلق میاں طاہر احمد فرماتے ہیں:

"جب خلیفہ اول کا وصال ہوا بس اختلاف اتنا ہی تھا کہ انجمن کے ممبران یہ کہتے تھے کہ ہمارا حق ہے تمام ممبران نہیں ان میں چیدہ چیدہ بڑے بڑے ممبران مولانا محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب یہ اعتراض کر رہے تھے کہ ہمارا حق ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے وارث ہیں اور ہمیں قیادت کا اختیار ہے وغیرہ۔ ہماری راہنمائی میں ساری جماعت قدم آگے بڑھائے اور انجمن کے سب ممبروں نے خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کر کے ثابت کر دیا کہ خدا کے نزدیک رہنمائی کا حق ایک امام کو ہو گا۔"

جناب میاں طاہر احمد نے روحانی خلافت کے مقام پر کھڑے ہو کر بڑی افسوسناک غلط بیانی سے کام

لیا ہے ۔انہیں چاہیئے تھا کہ اپنے اس بیان کی تائید میں وہ حضرت مولٰنا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ کی کوئی تحریر پیش کرتے جس میں انہوں نے لکھا ہو کہ ہمارا حق ہے کہ ہم مسیح موعود کے وارث بنیں اور ہمیں قیادت کا اختیار ہے۔ انہوں نے اللہ تعالٰی کے خوف سے بے نیاز ہو کر حضرت صاحب کے ان دو مخلص، محب اور جان نثار ساتھیوں پر بڑا بہتان باندھا ہے جس کی شکایت ہم صرف اللہ تعالٰی سے ہی کر سکتے ہیں ۔ وہ احکم الحاکمین ہے وہ خود ہی انصاف کر دے گا۔

ہم اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد علیؒ کے ایک خط کا اقتباس پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت مولٰینا نورالدینؓ کی خدمت میں اپنے اور خواجہ کمال الدین کے خلاف میاں محمود احمد مرحوم کی پھیلائی ہوئی نفرت کی مہم کے دوران لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی فرماتے ہیں:

"حضور نے کل فرمایا تھا کہ لوگ تمہارا اور خواجہ صاحب کا نام لیتے ہیں مگر یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ کس امر کے متعلق۔ اگر حضور کو یہ اطلاع پہنچائی گئی ہے کہ ہم دونوں حضور کی اطاعت نہیں کرتے .... یا ہم دونوں میں سے کوئی ایک دعویدار خلافت بنتا ہے تو اپنی نسبت پورے یقین کے ساتھ اور خواجہ صاحب کی نسبت اس گمان غالب کے ساتھ جو سالہا سال کے بے تکلف دوستانہ تعلقات سے یقین کے قائمقام ہو جاتا ہے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ باتیں بالکل جھوٹ ہیں ..... ہاں میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ حضور کی اطاعت میں تو ہم نے یہاں تک بھی اپنے اوپر الزام لینا قبول کیا کہ بعض معاملات میں اگر حضور کے منہ سے کوئی لفظ نکل گیا تو اپنی بریت کا خیال بھی نہیں کیا۔ کہ حضور کو کوئی امر ناگوار خاطر ہو۔ ... بیعت لینے یا امام بننے کا میرے دل میں کبھی وہم بھی نہیں ہوا۔ نہ میں اپنے آپ کو اس قابل پاتا ہوں۔ بلکہ میں تو ایسا خیال بھی دل میں لانا ایک لعنتی خیال کرتا ہوں۔ کہ خلیفہ کی موجودگی میں یہ خیال کیا جاوے کہ اس کے بعد میں خلیفہ بنوں اور اس منصوبہ بنانا یا اس امر کے لیئے جوڑ توڑ کرنا ایک لعنتی کا ہی کام ہے۔"

محمد علی ۱۴/۱۱/ ۲۳

قارئین اور سامعین کرام حضرت مولٰینا محمد علی کے خط کے اس اقتباس سے خود اندازہ لگا لیں کہ میاں طاہر احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے کہ حضرت مولٰینا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ حضرت مسیح موعود کے وارث بننا چاہتے تھے۔

جناب میاں صاحب موصوف کی تقریر چونکہ INCOHERENT , ILLOGICAL اور UNREALISTIC. بے دلیل ۔ بے ربط ہے اور مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ وہ ایک بات کو ختم کیے بغیر فوراً دوسری بات کی طرف چل پڑتے ہیں جس سے قارئین اور سامعین کے ذہنوں میں CONFUSION

با انتشار پیدا ہوتا ہے اس لیے ہم تسلسل اور ربط قائم رکھنے کے لیئے یہاں اختلاف کے تمام واقعات کو یکجائی طور پر اپنے قارئین اور سامعین کے سامنے رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولٰنا نورالدین کے زمانہ اور حضرت مولٰنا محمد علی کی سیکرٹری شپ کے دوران میں ان کی دن رات کی ان تھک محنت کے صلے میں بڑے بڑے عظیم الشان کاناموں کی بنیاد رکھی گئی۔ انجمن کی آمدنی بیس ہزار سے ایک لاکھ ONE HUNDRED THOUSAND تک پہنچ گئی۔ قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کا کام حضرت مولٰنا محمد علی کے ہاتھوں شروع ہوا۔ انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن قائم ہوا۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین اس کے انچارج مقرر ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز REVIEW OF RELIGIONS میں حضرت مولانا محمد علی کے مضامین اور ہندوستان بھر کے بڑے بڑے شہروں میں حضرت خواجہ کمال الدین کے لیکچروں سے تحریک احمدیت کو تعلیم یافتہ مسلمانوں میں نمایاں مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف اعتراضات کا زور و شور ٹوٹ پھوٹ گیا۔ باشعور طبقہ نے اس تحریک کی اسلام کے لیے خدمات اور افادیت کو تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ جماعت کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا سلسلہ حضرت مولانا نورالدین کے قرآن کریم اور احادیث کے درسوں کے ذریعے جاری رہا۔ حضرت مولانا محمد علی اور خواجہ کمال الدین کو اس دور میں ان کی خدمات کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی اس شہرت نے اپنی خاندانی خلافت قائم کرنے کے آرزومندوں کے دلوں میں حسد، بغض، کینہ اور نفرت کی آگ بھڑکا دی انہیں یہ خطرہ نظر آنے لگا کہ حضرت مولٰنا نورالدین کے بعد جماعت ان دونوں میں سے کسی ایک کو امیر منتخب نہ کر لے اور میاں محمود احمد صاحب کی امیدیں پھر خاک میں مل جائیں۔ اس لیے میاں محمود صاحب اور ان کے حمائتیوں نے جماعت کے اندر حضرت صاحب کے ان دونوں، مخلص، محب اور وفادار غلاموں کے خلاف ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نفرت کی مہم زیادہ چلادی۔ میاں محمود احمد صاحب اپنی کتاب "آئینہ صداقت" میں فرماتے ہیں:-

۱۔ خواجہ کمال الدین صاحب جو ووکنگ مشن کی وجہ سے خوب مشہور ہو چکے ہیں میرے نزدیک ان سب اختلافات کے بانی ہیں۔۔۔۔۔ اصل میں خواجہ صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعود کے متعلق کئی قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے مولوی محمد علی سے بیان کیے جس سے ان کے خیالات بھی خراب ہو گئے۔ (صہ ۱۲۲)

۲۔ واقعات بتاتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا ایمان اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا" صہ ۱۲۶

۳۔ خواجہ صاحب عزت اور شہرت کے طالب تھے" صہ ۱۴۱

۴۔ جونہی خواجہ صاحب کو کچھ شہرت حاصل ہوئی وہ اپنے وجود کو آگے لانے گئے اور لوگوں کی توجہ بھی ان کی

طرف ہوگئی۔ (یہی خطرہ تھا۔) اور مولوی صاحب خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔ ص۱۴۶

۵۔ "یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ (حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ) آپ کے وقت (حضرت صاحب) میں منافقت سے کام کرتے تھے"۔ ص۱۵۱

۶۔" وہ لوگ جو اہل بیت مسیح موعود سے بغض و تعصب رکھ کر یزیدی صفت بن چکے تھے وہ قادیان سے حکمت الہٰی کے ماتحت نکل گئے"۔ ص۱۵۱ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میاں طاہر احمد صاحب! وہ تو میاں محمود احمد مرحوم کے حمائیتوں کی غیر اخلاقی حرکات کی وجہ سے قادیان خود چھوڑ کر آئے تھے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت میاں محمود احمد صاحب اور ان کے اہل بیت مرد و زن سب کے سب قادیان چھوڑ کر راتوں رات جودھامل بلڈنگ لاہور میں کیوں پناہ گزین ہوئے۔ اس طرح نکالے آپ گئے۔ یا ہمارے بزرگ!

ع حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

میاں محمود احمد صاحب مرحوم خلیفہ قادیان نے یہ سب کچھ ان لوگوں کے متعلق کہنے کی جسارت کی ہے جو دنیا کی شہرت، عزت اور دولت پر اس وقت لات مار کر حضرت صاحب کے قدموں میں آ بیٹھے جب ساری دنیا ان کو کافر کہتی تھی اور جنہوں نے خدمت دین کی خاطر اپنے مالوں اور جانوں کو قربان کر دیا۔ دنیا کی لعنت و ذلت اور رسوائی کو اپنے لیئے باعثِ فخر سمجھ کر خدا کی رضا کے لیئے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

حضرت مولٰینا محمد علی کے متعلق حضرت صاحب کے خیالات

حضرت صاحب فرماتے ہیں،

" اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہر نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا۔ اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات ۹ اگست ۱۸۹۹ء جلد ہشتم ص۴۷)

پھر اسی مجموعہ اشتہارات مورخہ ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء جلد ہشتم ص۶۸ پر فرماتے ہیں:

"میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لیے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا تعالےٰ تو ایسا ہی کر۔ آمین۔ ثم آمین"

ایک اور خط میں جو آپ نے مولانا محمد علی کو لکھا۔ فرماتے ہیں:۔

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خداتعالیٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو ہی نہیں سکتا۔ ہرگز نہ ہوتا مگر میں دل اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لیے اکثر پنجوقت غائبانہ دعا کرتا ہوں۔"

حضرت خواجہ کمال الدین پشاور میں بحیثیت پلیڈر اپنی چلتی پریکٹس چھوڑ کر حضرت صاحب کے مقدمات کی پیروی کے لیے آپ کے پاس آ بیٹھے۔ اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کی بچی سخت بیمار ہے آپ نے جواب دیا کسی ڈاکٹر کا علاج کر ڈالو میں حضرت صاحب کے مقدمات کی پیروی کا کام چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ بچی کی حالت دن بدن تشویشناک ہوتی گئی اور بچی فوت ہوگئی تو آپ کو اس کی فوتیدگی کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا دفن کردو میں نہیں آسکتا۔ اسی دوران میں آپ کے اہل خانہ مالی مشکلات کا شکار ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے زیور اور گھر کا اثاثہ بیچ کر تنگی ترشی میں گذارہ کیا۔ ہمیں بتائیے کیا حضرت صاحب نے اپنے اہل بیت، اپنی مبشر اولاد اور خلافت کے مدعیوں کے متعلق بھی اپنی تحریرات میں ایسے خیالات اور قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مولٰنا نورالدین کو حضرت مولٰینا محمد علی اور حضرت خواجہ کمال الدین سے بدظن کرنے کی کوششیں

:- حضرت مولٰینا نورالدین کو ان دونوں بزرگوں سے بدظن کرنے اور انہیں جماعت سے خارج کرانے کے لیئے حضرت مولٰینا کی خدمت میں یہاں تک لکھا کہ یہ لوگ کھاتے ہیں حضرت صاحب جماعت کا چندہ کھا جاتے ہیں اور خوب عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور آپ کو خلیفہ نہیں مانتے۔

"سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم" ایسے ہی خطوط، گمنام ٹریکٹوں کے ذریعے اردو اعظین کو بیرونی جماعتوں میں بھیج کر حضرت صاحب کے ان دو بزرگ خادموں کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکائی اور نعوذ باللہ بے ایمان اور منافق مشہور کیا گیا۔ یہ سب جانتے۔ دیکھتے اور صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد علی نے ۲۳/۱/۱۳ کو وہ خط حضرت مولانا نورالدین کی خدمت میں لکھا جس کا حوالہ ہم اس سے پہلے دے آئے ہیں۔ اس خط میں آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ "ہمیں منافق اور بے ایمان قرار دینا معمولی لوگوں تک محدود رہتا تو بھی کوئی بات نہ تھی۔ مگر یہ بات دور تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح حضور کی منظر میں بھی ہم لوگ ایسے ہی ہو جائیں۔" خاکسار محمد علی ۲۳/۱/۱۳

کیا یہ ساری ناز یبا کاروائیاں اپنی خلافت کی راہ ہموار کرنے کے لیئے نہ تھیں۔

حضرت مولینا نور الدین کے لاہور والوں کے متعلق خیالات

جب یہ مہم زوروں پر تھی حضرت مولینا نور الدین لاہور تشریف لائے اور احمدیہ بلڈنگس میں اپنی تقریر میں فرمایا
"اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے۔ پس ایسا اعتراض کرنے والوں کو کہتا ہوں کہ یہ بدظنی ہے اس کو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ حضرت صاحب سے ان کو محبت ہے۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کرے گا۔" (البدر $\frac{7}{12}$ ۱۱)

تکفیر المسلمین:

میاں محمود احمد مرحوم جن خفیہ عقاید کی بنا پر اپنی آمرانہ خلافت قائم کرنے کے متمنی اور حضرت مولانا محمد علی اور حضرت خواجہ کمال الدین کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے جماعت کے اندر ان کے خلاف نفرت کی مہم جاری کیئے ہوئے تھے۔ وہ بلی جلد ہی تھیلے سے باہر آ گئی۔

حضرت خواجہ کمال الدین نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں لیکچروں کے دوران جھنگ کے ایک جلسہ میں یہ اعلان کیا کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس کی تردید میں میاں محمود احمد صاحب نے اپریل ۱۹۱۱ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں جس کے وہ ایڈیٹر تھے ایک مضمون لکھا جس میں فرمایا:

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے (کس نے کافر قرار دیا ؟) بلکہ وہ بھی جو آپ کو سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن بیعت میں اسے توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"

جناب میاں صاحب کا یہ عقیدہ حضرت صاحب کے اپنے عقیدہ کے سراسر خلاف تھا۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں:-

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص۱۳۰ طبع ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اسی نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"اور یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت

کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

حضرت صاحب کے عقیدہ کے خلاف جناب میاں محمود احمد مرحوم کا یہی عقیدہ تھا جس نے جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کروڑوں کلمہ گوؤں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جناب میاں محمود احمد مرحوم حضرت صاحب کو حقیقی اور صاحب شریعت نبی مانتے تھے لیکن ابھی تک انہوں نے کھل کر اعلان نہیں کیا تھا۔

مسئلہ کفر و اسلام پر مولینا ابوالکلام کا اظہار افسوس،

مسئلہ کفر و اسلام پر جماعت کے اندر اختلاف کے بارے مولانا ابوالکلام آزاد نے جو ایک معروف عالم دین تھے اور انڈین نیشنل کانگرس کے صدر بھی رہ چکے ہیں ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء کو اپنے اخبار "الہلال" میں لکھا:

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنیاد پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعویٰ پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ (قادیانی) صاف صاف کہتا تھا کہ جو مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں اس گروہ نے اب انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ (لاہوری) تسلیم نہیں کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

حضرت مولینا نورالدینؒ کی وفات اور میاں محمودؒ احمد صاحب مرحوم کا انتخاب

میاں بشیر الدین محمود احمد مرحوم نے مسند خلافت پر متمکن اور تمام جماعتوں میں اپنا پروپیگنڈا کرنے کے لیے انصار اللہ نام کی ایک پارٹی بنائی اور خود اس پارٹی کے لیڈر رہے۔ حضرت مولانا محمد علی اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ میاں محمود احمد صاحب کی ان سیاسی چالوں اور حربوں سے بخوبی واقف تھے لیکن چونکہ ان میں سے کسی کو خلافت کی کوئی تمنا نہ تھی اس لیے انہوں نے اس کی کوئی پرواہ اور دفاعی کارروائی کرنا مناسب نہ سمجھا ان کے سامنے حضرت صاحب کا صرف اعلائے کلمۃ اللہ کا مشن اور جماعت کا اتحاد تھا۔

حضرت مولینا نورالدینؓ کی بیماری کے آخری ایام میں انصار اللہ پارٹی کے تمام کارکنوں کو جو جا عنوں میں میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کے حق میں راہ ہموار کرنے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ قادیان میں جمع کیا گیا۔ حضرت مولینا نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو بروز جمعہ نماز جمعہ کے وقت بحالت نماز وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اب جماعت کے نئے سربراہ (اسے خلیفہ کہیئے یا امیر) کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا۔ مسئلہ کفر و اسلام پر جماعت کے علی الاعلان دو گروہ ہو چکے تھے۔ اگر جناب میاں محمود احمد منتخب ہو جاتے اور اپنے ہاتھ پر بیعت پر اصرار کرتے تو حضرت مولانا محمد علی اور ان کے ساتھی بیعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے تھے اس لیے حضرت مولینا محمد علی نے اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے جو کوشش کی اس کے متعلق وہ فرماتے ہیں:

"اسی دن (جمعہ) بعد از نماز عصر ہم پانچ احباب جو وہاں موجود تھے نواب صاحب (نواب محمد علی خان داماد حضرت مسیح موعود) کے مکان کی طرف گئے تاکہ آئندہ جو سلسلہ کی حالت ہوگی اس کے متعلق گفتگو کی جائے ہمارے وہاں پہنچنے سے پیشتر میاں صاحب اکیلے سیر کے لیے موضع کھارا کی طرف نکل گئے تھے۔ میں نے بھی احباب سے یہی کہا کہ بہتر ہے کہ میں تنہا ہی ان سے گفتگو کروں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے گیا اور ان سے کہا کہ اس وقت جماعت میں مسئلہ کفر و اسلام کی وجہ سے دو فریق علی الاعلان ہو چکے ہیں اس لیے آئندہ کے لیے جو نظام ہوگا وہ غور طلب ہے کوئی ایسی صورت سوچنی چاہیئے کہ جماعت کا اتحاد قائم رہے میاں صاحب نے میری باتوں کا جواب یہ دیا کہ ایک خلیفہ منتخب کر لیا جائے جس کے ہاتھ پر دونوں فریق بیعت کرلیں۔ اور جو وہ کہے وہ مانیں اسی صورت میں اتحاد رہ سکتا ہے۔ جواباً میں نے کہا کہ یہی تو دقت ہے کہ دو فریق ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ میں کم از کم ایسے شخص کو اپنا مرشد نہیں مان سکتا جو اہل اسلام کی تکفیر کا فتویٰ دیتا ہو علیٰ ہذا القیاس۔ دوسرا فریق کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتا ہے کہ جو ان کے نزدیک اتنے اہم معاملہ میں غلطی پر ہے۔ باتوں باتوں میں میں نے میاں صاحب سے کہا کہ اس مشکل کا حل دو طرح پر ہو سکتا ہے اول یہ کہ اس وقت ایک امیر کا انتخاب کر لیا جائے اور بیعت کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ جو شخص چاہے بیعت کرے جو چاہے نہ کرے۔ جب اس واقعہ پر کچھ وقت گذر جائے تو مسئلہ کفر و اسلام پر فریقین اپنی اپنی دلیلیں پیش کریں اسی طرح سے ممکن ہے کہ دلائل کا غلبہ ایک طرف دیکھ کر ساری جماعت ایک ہی مسلک اختیار کرے۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت نہ کرے وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکتا۔ اس لیے یہ ناممکن العمل ہے۔ دوسری تجویز میں نے یہ پیش کی کہ سردست کوئی انتخاب نہ کیا جائے۔ چودہ دن کی کم سے کم مہلت دی جائے اور جماعت کے اہل الرائے احباب کو اکٹھا کر کے

مشورہ کیا جائے کہ اس دقت کا کیا علاج ہو۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ اتنے دن انتظار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب تک دوسرے خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے پہلا خلیفہ دفن نہیں ہو سکتا۔ اور اتنے دن لاش نہیں رہ سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حل مشکلات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی (میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ جب تک دوسرا خلیفہ منتخب نہ ہو جائے پہلا خلیفہ دفن نہیں ہو سکتا اتنی بودی دلیل ہے جس کی تاریخ اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی کیونکہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد ہوا۔) اگلے دن (ہفتہ کو) پھر ہم پانچوں احباب نواب صاحب کے مکان پر پہنچے اور اس معاملے میں کچھ گفتگو کرنی چاہی مگر یہ بھی کوشش بے کار ثابت ہوئی۔

آخر نماز عصر کے بعد (مسجد نور میں) جلسہ لگا۔ نواب صاحب نے اٹھ کر وصیت پڑھی۔ مولانا محمد احسن صاحب نے میاں محمود احمد صاحب کا نام خلافت کے لیے تجویز کیا۔ میں نے کھڑے ہو کر چاہا کہ ان باتوں کا ذکر کروں جو مجھ میں اور میاں صاحب میں ہوئی تھیں مگر چند آدمیوں (حافظ روشن علی سیکرٹری انصار اللہ پارٹی۔ شیخ یعقوب علی تراب اور اس سگنل پر تمام (انصار اللہ پارٹی) نے کھڑے ہو کر شور مچا دیا کہ ہم ہرگز نہیں سنیں گے اور ادھر تخت خلافت مبارک کے آوازے شروع ہو گئے۔ میاں صاحب نے خاموشی سے ان کو سنا اور اس قدر بھی لب نہ ہلا سکے کہ ان کی بات تو سن لو۔ ہم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے"

(حقیقت اختلاف صفحہ ۴۳،۴۲)

میاں محمود احمد صاحب کو جماعت کے اتحاد اور حضرت صاحب کے مشن کی نسبت اپنی خلافت کی فکر تھی۔ اس لیے وہ حضرت مولانا محمد علی رح کی اتنی معقول تجاویز کو کس طرح مان سکتے تھے؟!

جس وصیت کا اوپر ذکر آیا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر وصیت میں جناب میاں صاحب کا نام ہوتا تو مولانا محمد احسن کو میاں صاحب کا نام تجویز کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ وصیت حضرت مولانا نورالدین نے اپنی وفات سے آٹھ یوم پیشتر شائع کی تھی اور اس کے الفاظ یہ تھے۔

"میرا جانشین متقی، ہردلعزیز، عالم باعمل حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی اور درگذر کو کام میں لاوے"

یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ اپنے بعد میاں صاحب کا خلیفہ ہونا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ آپ میاں صاحب کی زندگی کے حالات و واقعات اور عقیدہ کفر و اسلام سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت مولینا محمد علی نے قادیان کیوں چھوڑا؟

حضرت مولینا محمد علی ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء سے

۱۹؍اپریل ۱۹۱۴ء تک قادیان میں ہی مقیم رہے لیکن ان دنوں میں ان کا وہاں جینا دوبھر کر دیا گیا۔ میاں محمود احمد مرحوم کے حواریوں نے آپ کو سوقیانہ نعروں، اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شروع کر دیا ایسے حالات میں مولانا محمد علی تو کیا کسی بھی شریف آدمی کا وہاں رہنا ممکن نہ تھا۔ جب حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ تو آپ ۲۰؍اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان جہاں آپ نے اپنی جوانی کے ۵ انتہائی قیمتی سال حضرت صاحب کی صحبت میں گذارے تھے چھوڑ کر لاہور تشریف لے آئے اور احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر ہو گئے۔

میاں طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اکثریت نے خلافت کے حق میں فیصلہ دیدیا اور مولوی محمد علی اور ان کے ساتھی قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ میاں طاہر احمد سورج کو اپنی چھوٹی انگلی کے پیچھے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ ہم میاں صاحب سے پوچھتے ہیں:

۱۔ کیا وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں؟

۲۔ کیا مسجد نور میں ساری جماعت کی اکثریت موجود تھی یا انصار اللہ پارٹی اور ان کے بہکائے ہوئے چند لوگ؟

۳۔ مسجد نور میں کتنے لوگ سما سکتے ہیں۔ تین لاکھ۔ دو لاکھ۔ ایک لاکھ۔ یا پچاس ہزار۔ کیونکہ اس زمانے میں جماعت کی تعداد کم از کم تین لاکھ تھی۔

۴۔ کیا میاں محمود احمد صاحب کے مقابلے میں کسی اور امیدوار کا نام بھی تجویز ہوا تھا۔۔۔کہ ووٹوں کے ذریعے اکثریت معلوم کی جاتی؟

مسجد نور میں خلیفہ کے انتخاب کے وقت جو غیر شریفانہ اور غیر مہذبانہ ہلڑ بونگ مچا اور اس نے مسجد کے تقدس کو بھی مجروح کیا اس کے بعد گورنمنٹ اور باہر کی جماعتوں کو غلط تاریں دی گئیں کہ میاں محمود احمد صاحب متفقہ طور پر خلیفہ چن لیے گئے ہیں۔ باہر کی جماعتوں میں آدمی بھیجے گئے۔ جنہوں نے اصلی واقعات سے ناواقف لوگوں کے تحریری بیعت پر دستخط کروا کے قادیان ارسال کیے۔ ہر طرف سکول کے طلباء انصار اللہ، شیخ یعقوب علی اور مفتی فضل الرحمٰن وغیرہ ادھر ادھر بھاگتے پھرتے اور لوگوں کو میاں محمود احمد کو خلیفہ مقرر کرنے پر اکساتے پھرتے تھے۔ ماسٹر موسیٰ کو نہر کے پل پر کھڑا کر دیا گیا جہاں وہ یہ کہہ کر دستخط کرواتے تھے اور جس کاغذ پر دستخط کرواتے اس پر لکھا تھا کہ خلیفہ مقرر ہو۔ خلیفہ چاہے انجمن کو توڑ دے یا رکھے جس ممبر کو چاہے نکال دے وغیرہ۔ یہ تمام کارروائی، مطلق العنان خلیفہ بنانے، انجمن کو توڑنے اور حضرت مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین اور ان کے ساتھیوں کو جماعت سے نکلوانے کے لیے کی جا رہی تھی اور میاں صاحب کے ارادے کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ ان بزرگوں کو قادیان چھوڑنے پر اس لیے مجبور کیا گیا کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے رازوں سے پردہ اٹھنے اور حقیقت

حال جماعت پر منکشف ہونے کا خدشہ تھا جس سے میاں محمود احمد صاحب کی خلافت خطرے میں پڑ جاتی۔ اس کے ثبوت میں ہم حضرت مولانا محمد احسن کے کہ جنہوں نے خلافت کے لیئے میاں محمود احمد صاحب کا نام تجویز کیا تھا ایک اعلان کا حوالہ پیش کرتے ہیں :۔

"پس اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے حضور میں جواب دہی کا خوف کرتے ہوئے میں اعلان کرتا ہوں کہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک اب ہرگز اس بات کے اہل نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اس لیئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کو اپنی طرف سے عزل کر کے عند اللہ وعند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور جماعت احمدیہ کو اطلاع کرتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ :۔

۱۔ سب اہل قبلہ کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

۲۔ حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نہیں۔ محدث نہیں۔

۳۔ اسمہٗ احمد والی پیشگوئی جناب مرزا صاحب کے لیے ہے محمد صلعم کے واسطے نہیں۔

ایسے عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنہ کے ہیں جس کے دور کرنے کے لیئے کھڑا ہو جانا ہر احمدی کا فرض اولین ہے۔" (اعلان مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء)

میاں طاہر احمد صاحب اپنی خاندانی خلافت کو خلافت راشدہ کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھنے کا یہ حق رکھتے ہیں کہ کیا خلفائے راشدین کا انتخاب اسی قسم کی سازشوں اور حربوں کے ذریعے عمل میں آیا تھا؟ اتقوا اللہ ان اللہ بصیر بما تعملون

کیا حضرت مولٰینا نورالدین کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء تک جو واقعات ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق تھے۔ لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا ط اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ط واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیر م بما تعملون۔ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

ہماری مندرجہ بالا گذارشات کے بعد جماعتِ لاہور کے بزرگوں اور نوجوانوں پر یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ اختلاف کب ہوا۔ کیونکر ہوا۔ ہمارے بزرگوں نے میاں محمود احمد مرحوم کی بیعت کیوں نہ کی۔ اور کیوں قادیان چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ بزرگوں کو قادیان چھوڑ کر لاہور چلے آنے کا طعنہ دینے والے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ وہ کیوں

۱۹۴۷ء میں رات کی تاریکی میں قادیان سے نکل کر جودھامل بلڈنگ لاہور میں پناہ گزین ہو گئے اور جماعت کو صبح علم ہوا کہ خلیفہ صاحب بمع اہل بیعت لاہور چلے گئے ہیں۔

ع حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں

قادیان سے چلے آنے کے بعد بھی حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت صاحب کے اس ارشاد کو کہ " میرے بعد سب مل کر کام کرو۔" سامنے رکھتے ہوئے اتحاد کی کوششیں جاری رکھیں۔

۱۔ آپ نے ۱۵ بزرگوں کا ایک وفد تجویز فرمایا اور اسے مندرجہ ذیل تجاویز کے ساتھ قادیان بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

۲۔ حسب وصیت حضرت مسیح موعود صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلے قطعی سمجھے جائیں اور کسی ایک شخص کو ان کے منسوخ کرنیکا حق حاصل نہ ہو۔

۳۔ جس بزرگ کو احمدی قوم کا امیر سمجھا جائے اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کی بیعت لازمی نہ ہو پہلے سے احمدی ہیں

۴۔ چونکہ میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر چالیس آدمیوں سے زائد نے بیعت کر لی ہے اس لیئے ان کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لیے بیعت لینے کا اختیار ہوگا۔

۴۔ اگر میاں محمود احمد صاحب انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دیں اور پرانے احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینا لازم تصور نہ کریں تو ان کو صدر انجمن کا پریذیڈنٹ اور کل جماعت کا امیر تسلیم کیا جائے۔

لیکن میاں صاحب نے اس وفد سے ملاقات اور تجاویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔

انجمن کے قاعدہ ۱۸ میں تبدیلی

جناب میاں محمود احمد نے مطلق العنان اور آمر خلیفہ بننے کے لیے انجمن کے قاعدہ ۱۸ میں جو حسب ذیل تھا۔

" ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخ ہائے کے لیئے حضرت مسیح موعود کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا۔"

تبدیلی کر کے حضرت مسیح موعود کی جگہ " حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی " درج کرائے اس کے ساتھ ہی میاں محمود احمد صاحب نے یہ حکم بھی دے دیا کہ " اشاعت اسلام کا اور سب دیگر روپیہ ان کے نام پر بھیجا جائے اور انہی کے منشار کے مطابق خرچ ہو" اسی لیے یہ ڈکٹیٹرشپ قائم کی گئی تھی کہ قوم کا روپیہ جیسے چاہیں اور جب چاہیں خرچ کریں۔ اور پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ حالانکہ حضرت صاحب نے ایسے روپے کے متعلق ہدایت کی تھی

کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت توحید پر خرچ کیا جائے۔

تفسیر بیان القرآن کے متعلق

قادیانی حضرت مولینا محمد علی پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ آپ تفسیر قادیان سے اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی کے تقویٰ۔ طہارت، فراخدلی۔ عالی ہمتی۔ دیانت داری اور بلند حوصلگی کا اندازہ لگائیے کہ جب قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر مکمل ہوگئی تو آپ نے سیکرٹری انجمن قادیان کو اپنے ایک خط میں لکھا:

"میں آپ سے استفسار کی جرأت کرتا ہوں کہ آیا آپ میرے ترجمہ کے پہلے ایڈیشن کے چھپوانے کا بیڑا اٹھانا پسند کرتے ہیں۔ اگر آپ تیار ہوں تو حسب ذیل قیود کی پابندی کے ساتھ آپ اس نیک کام کو کر سکیں گے:

پہلی شرط یہ ہے کہ میرے ترجمہ میں کسی قسم کی ترمیم یا رد و بدل مطلق نہ کیا جائے گا۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے وہ بجنسہٖ اور بلفظہٖ چھاپا جائے گا۔ آخری پروف میں خود پاس کروں گا اور وہی چھاپے جائیں گے۔"

باقی شرائط اخراجات اور کاپیوں کی تقسیم کے متعلق ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب نے جو غضب میں اندھے ہوئے تھے اپنے خطبہ جمعہ میں جو اخبار الفضل میں شائع ہوا نہایت نازیبا الفاظ آپ کے اور اس ترجمہ کے متعلق استعمال کئے۔ نہ صرف آپ پر خیانت کا الزام لگایا بلکہ یہاں تک کہا کہ مولینا محمد علی اس کے اہل ہی نہ تھے اور یہ کہ بجائے اس کے ہم ردی کے کاغذ جلانے کے لئے ڈالیں انہیں کہیں کہ یہ ترجمہ آپ ہی رکھیں۔" (مجاہد کبیر ۱۶۱، ۱۶۲)

یہ ترجمہ اور تفسیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوئی اور آج اس کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی راہ سے بھٹکی ہوئی نسل انسانی کو دیدہ بینا عطا کر رہا ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کر کے اسلام اور آنحضرت صلعم کی صداقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے میاں محمود احمد صاحب نے خود ہی حقارت آمیز لہجہ میں چھاپنے سے انکار کر دیا ورنہ کیا معلوم بغض محمد علی میں وہ واقعی اسے جلا ڈالتے اور دنیا اس کے معارف سے محروم ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اور حکمتیں بھی انسانی سمجھ سے باہر ہیں اور بڑی عجیب و غریب ہیں۔ اس ترجمہ اور تفسیر کے مصنف کو اللہ نے اپنے ہاں "منظور" بھی کیا اور "منصور" بھی۔

ہم نے یہاں بیان القرآن کا حوالہ دینا اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ ہمارے قارئین اور سامعین کو میاں محمود احمد مرحوم کے دل میں حضرت مولانا محمد علی کے خلاف نفرت، بغض۔ کینہ اور حسد کا اندازہ ہو سکے۔ لیکن وہ اس آگ میں خود ہی جلتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد علی کو جو مقام عطا کیا تھا وہ ان کے لیے (میاں محمود احمد) ناقابل برداشت تھا۔

عقائد میں اختلاف

میاں طاہر احمد صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت لاہور اور جماعت قادیان کے درمیان اختلاف عقائد کی بنا پر نہیں اقتدار کی بنا پر ہے کیونکہ حضرت مولانا محمد علی کو خلیفہ یا امیر منتخب نہ کیا گیا اور وہ قادیان چھوڑ کر لاہور چلے آئے حالانکہ یہ حقیقت کے صریح خلاف ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ یہ اختلاف عقائد کی بنا پر تھا اور ہے۔ ایک تکفیر المسلمین کے مسئلہ پر جس کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اور دوسرا جناب میاں محمود احمد صاحب کا حضرت صاحب کے اپنے دعاوی کے خلاف ان کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا۔

اب ہم اس دوسرے اختلاف کے متعلق عرض کریں گے۔ میاں طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"لاہور کی جماعت کو میں بڑی عاجزی سے توجہ دلاتا ہوں کہ آپ تو مسیح موعود کے آنے کے قائل ہو چکے ہیں آپ تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح موعود دنیا میں آ چکا ہے پھر اس مسیح موعود جس کو حضرت رسول اللہ صلعم "نبی اللہ" کہتے ہیں آپ کو کیا حق ہے کہ اس کو "نبی اللہ" کہنے سے انکار کریں۔"

آنحضرت صلعم کا مسیح موعود کو "نبی اللہ" کہنے کے ثبوت میں جناب میاں صاحب ہمارے سامنے مسلم میں نواس بن سمعان کی اس دمشقی حدیث کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں آنے والے مسیح کے متعلق لفظ "نبی اللہ" آیا ہے۔

بے شک حضرت صاحب نے اپنی کتب میں اپنا جو مقام اور مرتبہ بیان فرمایا ہے جماعت لاہور کو کوئی حق نہیں کہ اس میں کمی بیشی یا اس سے انکار کرے لیکن جناب میاں طاہر احمد صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ حضرت صاحب کے اپنے بیان کردہ موقف کے خلاف اپنی من مانی ایسی تاویل کریں جس سے ناواقف احمدیوں کے دلوں میں حضرت صاحب کے دعاوی کی نسبت غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پیدا ہوں۔

حضرت صاحب اور نواس بن سمعان کی حدیث:

حضرت صاحب نواس بن سمعان کی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس کے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے جس پر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہر الفاظ کی رو سے صریح قرآن کے متناقض CONTRADICTORY اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے۔ کیا مسلم کی روایت کے لیے قرآن کو چھوڑ دیں اور ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں۔ کیا کریں۔ یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل INTERPRETATION سے کام لے کر حدیث کو مان لیا۔ ورنہ دفع تناقض کے لیے ہمارا حق تو یہ تھا کہ اس حدیث کو موضوع FABRICATION ٹھہرانے

لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ حدیث موضوع نہیں ہے ہاں استعارات سے پُر ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۲۶، ۲۷ پرانا ایڈیشن)

اگر میاں طاہر احمد صاحب استعارہ کو حقیقت بنا کر پیش کرتے ہیں تو پھر اس کے سوا اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے کہ:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"اب حاصل کلام یہ ہے وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود علم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار UNRELIABLE ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے۔" (ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن ص۲۳۷)

حضرت صاحب نے مسلم کی اس حدیث کو ساقط الاعتبار (اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی) اس لیے فرمایا ہے کہ یہی حدیث ترمذی میں روایت ہوئی ہے اور وہاں اس میں "نبی اللہ" کا لفظ موجود نہیں۔ حضرت صاحب نبی اللہ کے لفظ کو استعارہ کے طور پر لیتے ہوئے قرآن مجید میں خاتم النبیین اور حدیث میں نبی اللہ کے لفظ کے درمیان تناقض کو دور کرنے کے لیے فرماتے ہیں۔

۱۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے؟ کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث کے معنی کرنے کے لیے ضرور ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے۔ یعنی اس کی تاویل کی جائے۔ (ایام الصلح ص۱۴۷)

۲۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب (میاں صاحب ان الفاظ پر غور فرمائیں) اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رُو سے ہے جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاءؐ کے بعد نبی کیسا؟" حاشیہ انجام آتھم ص۲۸

۳۔ "اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔" (دین الحق یا ہمارا مذہب ص۳۱-۳۲ ۱۹۱۰ء)

۴۔ آنے والے مسیح کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر آئے گا وہ چودھویں صدی کا

مجدد ہوگا۔"　　　　(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۸۸ سنہ ۱۹۰۸ء)

۵۔ اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔"　　　　(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۸۸ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۸ء)

۶۔ غرض یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہوسکتے۔ یہ تصوف MYSTICISM کا مسئلہ ہے۔ اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیاء امت تو مر جاتے۔ یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس بایزید محمد کہلایا اور اس کہنے پر ۷ مرتبہ کفر کا فتویٰ اس کے خلاف دیا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا مختصر یہ کہ جو لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم نہیں اور وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔"

(اخبار بدر جلد ۳، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کے نزدیک سب کامل اولیاء ظلی اور بروزی نبی تھے اور اپنے آپ کو انہی کامل اولیاء میں سے سمجھتے ہیں۔

اب ہم مندرجہ بالا حوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت صاحب اور میاں محمود احمد صاحب کے عقائد میں صریح اختلاف کو تقابلی جائزے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

عقائد حضرت صاحب	عقائد میاں محمود احمد صاحب
۱۔ ایسا ہی آپ نے لانبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا دروازہ بند کر دیا۔ (ایام الصلح صـ۱۵۲)	۱۔ پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے (حقیقۃ النبوۃ صـ۲۲۸)
۲۔ اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہی نبی ہو جاتا۔" (حمامۃ البشریٰ صـ۸۲)	۲۔ اور جبکہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو مسیح موعود جسے رسول اللہ صلعم نے بھی نبی کہا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی تو اس کے نبی ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ (حقیقۃ النبوۃ صـ۲۲۹)
۳۔ اگر باب نبوت بند نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہونے کی رکھتا تھا آئینہ کمالات اسلام صـ۲۳۸	۳۔ اور جبکہ نبوت کا دروازہ علاوہ محدثیت کے امت محمدیہ میں کھلا ثابت ہوگیا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ تھے۔ (حقیقۃ النبوۃ صـ۲۲۹)

عقائد حضرت صاحب	عقائد میاں محمود احمد صاحب
۴۔ میں نبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محدث ہوں اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا۔ (آئینہ کمالات اسلام صہ ۳۸۳)	۴۔ اور آنحضرت صلعم کے فیض نبوت سے نبوت مل سکتی ہے تو مسیح موعود نبی ہوئے نہ کہ محدث۔ (حقیقۃ النبوۃ صہ ۱۳۰)
۵۔ میں نے ان لوگوں سے سوا اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور مجھے یہ کہاں حق پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں۔ (حمامۃ البشریٰ صہ ۹۹)	۵۔ لیکن نبی کی حقیقی تعریف کا علم ہوا تو آپ نے جان لیا کہ وہ لوگ (اولیاء امت) میرے مقام تک نہیں پہنچے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی ہوں۔ (حقیقۃ النبوۃ صہ ۱۳۰)
۶۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔ (چشمہ معرفت حصہ دوم صہ ۶۴)	۶۔ گو اس امت کے بعض افراد ملہم ہیں لیکن نبی وہ ہوتا ہے جس پر بکثرت امور غیبیہ کا اظہار ہو اور حضرت مسیح موعود اس بات کے مجھ پر امور غیبیہ کثرت سے ظاہر کیے جاتے ہیں پس آپ دوسرے مامور ملہموں میں شامل نہیں بلکہ نبیوں میں شامل ہیں۔ حاشیہ حقیقۃ النبوۃ صہ ۹۹
۷۔ کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں ہوتے مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔ ایام الصلح صہ ۷۵	۷۔ اس سے جو تعریف نبی کی میں اوپر کر چکا ہوں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پانا غیر نبی میں پایا ہی نہیں جاتا۔ (حقیقۃ النبوۃ صہ ۷۹-۸۰)
۸۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔ ایام الصلح صہ ۷۵	۸۔ اور ایسے ماننے (یعنی مجازی نبی) سے نہ ماننا بہتر ہے۔ کہ لوگوں کو دھوکا نہ لگے۔ ماننا یہی ہے کہ جیسے رسول اللہ نبی فرماتے ہیں اس کی نبوت کا

عقائد حضرت صاحب	عقائد میاں محمود احمد صاحب
	اقرار کیا جاتے ۔) (یعنی حضرت صاحب اپنے آپ کو مجازی نبی کہہ کر نعوذ باللہ لوگوں کو دھوکا دیتے رہے ۔ (حقیقۃ النبوۃ صـ ۱۹۱)
۹۔ سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت یعنی میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر (حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی صـ ۶۴)	۹۔ پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں (حقیقۃ النبوۃ صـ ۱۷۴)
۱۰۔ آنحضرت صلعم سے لے کر شاہ ولی اللہ تک مقدس لوگوں نے الہام پاکر پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ دوم صـ ۱۰۴)	۱۰۔ اسی طرح اگر مسیح موعود اپنے تئیں دوسرے مجددین میں شامل کر دیں تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ پس آپ مجدد ہی ہیں ایسی ہی حماقت ہے جیسے کوئی شخص انا اول المؤمنین کو دیکھ کر کہہ دے کہ پس رسول اللہ صلعم کو صرف مومن کا خطاب دیا گیا (حقیقۃ النبوۃ صـ ۲۸) حضرت صاحب اپنے آپ کو مجددین میں شامل کرتے ہیں جو میاں صاحب کے نزدیک حماقت ہے۔ تو پھر یہ حماقت کا الزام نعوذ باللہ کس کو دیتے ہیں ۔
۱۱۔ آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ ← (حاشیہ کتاب البریہ صـ ۱۸۴)	۱۱۔ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے ۔ (انوار خلافت صـ ۶۵)

عقائد حضرت صاحب	عقائد میاں محمود احمد صاحب
۱۲۔ ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودہویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۵)	۱۲۔ پس اس انکار سے فائدہ اٹھا کر (حضرت صاحب کا نبوت سے انکار) یہ اعلان کرنا کہ حضرت مسیح موعود مجددوں میں سے ایک مجدد ہیں اور ماموروں میں سے ایک مامور ہیں اور ایسے نبی ہیں جیسے کہ اور بزرگ نبی کہلا سکتے ہیں۔ سخت ظلم اور تعدی ہے۔ القول الفصل ص۷ اس حوالہ سے تو میاں صاحب مرحوم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت صاحب نعوذ باللہ اپنے آپ کو مجددین میں شامل کر کے خود ظلم اور تعدی کے مرتکب ہوئے ہیں۔
۱۳۔ جیسا کہ آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ (تحفہ گولڑویہ ص۹۶) حضرت صاحب اس آیت کا حقیقی مصداق حضور نبی کریم صلعم کو ٹھہراتے ہیں۔	۱۳۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔ (انوار خلافت ص۲۱)

اور بیسیوں ایسے حوالے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود اور میاں محمود احمد صاحب مرحوم کے عقائد کے درمیان واضح اختلاف دکھائی دیتا ہے۔ لیکن صرف اختصار کی خاطر یہ چند حوالے پیش کیے گئے ہیں۔

۱۹۱۴ء میں میاں محمود احمد صاحب کا اپنا بیان

نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے (یعنی مجدد لکھا جاتا ہے) اس لیے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجے سے جماعت کو آگاہ کیا جائے ورنہ اس

طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔ نہ اس لیے کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اس لیے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔"

(ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۲ نمبر ۱۶ مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۴ء صفحہ ۳)

میاں محمود صاحب کے نزدیک ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں کی حیثیت

"اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱)

ہمیں نہایت رنج۔ دکھ اور صدمہ کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ حضرت صاحب کو میاں صاحب مرحوم کے نزدیک باوجود ملہم من اللہ اور کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کے جس کا نام میاں صاحب مرحوم نبوت رکھتے ہیں اپنے دعوے میں غلطی لگی رہی کہ میں کیا ہوں۔ مجدد ہوں۔ محدث ہوں۔ مسیح موعود ہوں۔ مہدی ہوں۔ آخر میرا مقام کیا ہے۔ اور ۱۹۰۱ء میں جا کر یہ منکشف ہوا کہ میں نبی ہوں۔ کیا یہ کہنا کہ آپ کو اپنے دعویٰ کا علم نہیں تھا مخالفوں کے سامنے حضرت صاحب کو تمسخر۔ استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنانا نہیں اور وہ بھی اپنے بیٹے کے ہاتھوں۔

ہم نے اختلافِ عقائد کے بارے میں اوپر جو چند حوالے پیش کیے ہیں وہ اکثر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں سے لیے ہیں جو اب بقول میاں محمود احمد صاحب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے اس لیے اب ہم حضرت صاحب کی آخری کتاب حقیقۃ الوحی سے جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی حوالہ دیں گے۔

ہمارا (جماعت لاہور کا) یہ عقیدہ ہے کہ حضرت صاحب نے کبھی اپنے دعویٰ میں تبدیلی نہیں کی۔ جو دعویٰ آپ نے ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ میں کیا وہی حقیقۃ الوحی میں موجود ہے۔ آپ نے ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار برائے اطلاع عام شائع فرمایا جس میں لکھتے ہیں:

۱۔ "مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کے کمالات ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے۔"

۲۔ حقیقۃ الوحی میں نشان ۱ کے تحت فرماتے ہیں :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائتہ من یجدد لھا دینھا۔

یعنی یقیناً اللہ تعالےٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔۔۔۔

اور میں وہی شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوے کیا اور میں ہی وہ شخص ہوں جس کے دعویٰ پر ۲۵ برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں۔ جب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔"

اور جناب میاں محمود احمد مرحوم فرماتے ہیں کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ کے بعد ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے۔ یعنی دعویٰ نبوت کے بعد صرف آٹھ سال زندہ رہے اس طرح جناب میاں محمود احمد صاحب نعوذ باللہ حضرت صاحب کو مفتری علی اللہ ٹھہراتے ہیں اور آپ کے اشد ترین مخالفین اور دشمنوں کی تائید میں ان سے بھی دو ہاتھ آگے چلے جاتے ہیں کہ واقعی آپ نعوذ باللہ جھوٹے اور کذاب تھے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں میں اپنے دعویٰ کے بعد ۲۴ سال سے زندہ ہوں۔ اس کا ثبوت انہوں نے سورۃ الحاقۃ کی آیات ۴۴ تا ۴۶ سے دیا ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

"لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین"

کہ اگر یہ رسول ہم پر بعض باتیں افترا کے طور پر بنا لیتا تو ہم ضرور اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جاں کاٹ دیتے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلعم اپنے دعویٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہے اور حضرت صاحب فرماتے ہیں میں اپنے دعویٰ کے بعد سے ۲۴ سال زندہ رہا ہوں۔ اس لیے آپ کا دعویٰ مجدد ہی کا تھا کیونکہ آپ نے ۱۸۸۲ء میں دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ آپ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگانے والے جھوٹے اور کذاب ہیں جو آپ کو مفتری علی اللہ ٹھہراتے ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے حضرت مولٰینا نورالدین کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی ؟

قادیانی حضرات اکثر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب حضرت مولٰینا نورالدین کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کے

ہاتھ پر لاہور والوں نے بیعت کر لی تھی تو دوسرے خلیفہ جناب میاں محمود صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کیوں انکار کیا۔ اور اس سے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بات اقتدار کی تھی نہ کہ اختلاف عقیدہ کی جس کے متعلق ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ قادیانیوں کا یہ کہنا بالکل غلط اور خلاف واقعات ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے بانی بزرگوں نے حضرت مولانا نورالدین کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی اس کے جواب میں ہم حضرت مولینا نورالدین کے ایک خط کے کچھ حصہ کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ وغیرہ نے حضرت مولانا نورالدین کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی۔ حضرت مولینا نورالدین اپنے اس خط میں فرماتے ہیں:

"واللہ العظیم واللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض (یہ اللہ تعالیٰ کی قسم کی ایک صورت ہے۔) میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا تسلیم کرتا ہوں۔ میں ان کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل خادم مانتا ہوں۔ اور مرزا صاحب خود اپنے آپ کو جانثار غلام نبی عربی محمد بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف کا مانتے تھے۔ نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں نہ شریعت لانے والا۔۔۔۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد کا تھا۔ کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے اس کا معاملہ بحوالہ بخدا۔

نورالدین بقلم خود۔ ۲۲ / اکتوبر ۱۹۱۰ء

بحوالہ اخبار بدر جلد ۹ ۵۱-۵۲ صفحہ ۱، کالم ۱

مورخہ ۲۷ / اکتوبر ۱۹۱۰ء

جب تکفیر المسلمین کا مسئلہ جناب میاں محمود احمد نے کھڑا کیا۔ تو حضرت مولینا نورالدین نے اس کی تردید میں جواب لکھنے کے لیے حضرت مولانا محمد علی کو حکم دیا۔ آپ نے اس کا ایک نہایت مدلل جواب لکھا اور حضرت مولیناؒ کو سنایا۔ آپ نے اس سے اتفاق کیا۔ یہ مضمون "تکفیر اہل قبلہ" کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے اور اس کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت صاحب کے اپنے عقیدہ کے مطابق جس کا ذکر ہم اس سے پہلے کر آئے ہیں آپ کے دعوے کا انکار کرنے والا کافر اور دجال نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولینا نورالدین کے عقائد حضرت صاحب کے عقائد کے بالکل مطابق تھے اس لیے ہمارے بزرگوں کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار نہ ہوا۔ اور یہ بیعت محض جماعت میں اتحاد قائم کرنے کے لیے تھی نہ کہ ایک امر مطلق خلیفہ ماننے کے لیے اور اس کی ہر جائز و ناجائز بات پر امنا و صدقنا کہنے کے لئے اگر

میاں محمود احمد صاحب اپنی مطلق العنان خلافت قائم کرنے کے لیے حضرت صاحب کی طرف غلط عقائد منسوب نہ کرتے تو کسی کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار نہ ہوتا۔

حضرت صاحب کا ایڈیٹر الحکم کے نام خط لفظ نبی کے استعمال کے متعلق:

حضرت مسیح موعود ایڈیٹر الحکم کے نام اپنے خط میں فرماتے ہیں:

" ایسے ہی بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں IN THE METAPHORICAL SENSE اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا (TAKE IT LIGHTLY) درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے ۔۔۔۔ ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لیے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔۔۔۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔"

(الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

جناب میاں محمود صاحب نے حضرت صاحب کے اس حکم اور تنبیہہ کے خلاف استعارہ اور مجاز کو حقیقت کا رنگ دے کر لفظ نبی پر اس قدر زور دیا اور اصرار کیا کہ اسلام میں بہت بڑا فتنہ پڑ گیا اور اس کا نتیجہ اس قدر بد نکلا کہ مخالفین سے حضرت صاحب کو گالیاں دلائی گئیں اور اس قدر توہین کرائی گئی کہ الامان الحفیظ اور ساری جماعت کو حضرت صاحب کے الفاظ میں "حقیقت اسلام سے علیحدہ" ہونا پڑا۔ کیونکہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین میں ترمیم کے ذریعے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور پارسیوں وغیرہ کی صف میں شامل کر دیا گیا۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ ہماری جماعت کو بھی ناکردہ گناہ کی سزا

مل گئی لیکن اس میں بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ تھی۔ اب میاں طاہر احمد صاحب لندن میں بیٹھ کر پھر اس لفظ پر اصرار کر کے پاکستان میں پھر کوئی خطرناک فتنہ کھڑا کرانے کا منصوبہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی بچی کھچی جماعت کو مخالفین کے ہاتھوں پاکستان میں ختم کرا دیں لیکن خدا کے فضل سے جب تک جماعت احمدیہ لاہور قائم اور زندہ ہے وہ اپنے اس ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے اور ہم انشاء اللہ ہر سطح پر ان کے غیر اسلامی عقائد کا مقابلہ کریں گے اور حضرت صاحب کے ان الہامات کی صداقت کو دنیا پر روشن کریں گے ؛ ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔ ولا نبقی لک من المخزیات شیئا۔ اور ہم تجھے رسوا کرنے والے کسی امر کا ذکر تک باقی نہیں چھوڑیں گے اور تجھے رسوا کرنے والی کسی بات کو باقی نہیں رہنے دیں گے۔ یہ اللہ کا فیصلہ اور اٹل تقدیر ہے۔

اُمتی نبی

میاں طاہر احمد صاحب بار بار اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ حضور صلعم نے جس نام یعنی نبی اللہ کے نام سے حضرت مسیح موعود کو یاد فرمایا ہے ہم اس نام سے انکار کا حق نہیں رکھتے۔ ہم اس کی حقیقت کو بالتفصیل واضح کر چکے ہیں کہ حضرت صاحب اس لفظ نبی اللہ کو کیا حیثیت اور مقام دیتے ہیں اس لیے اس پر مزید کچھ کہنا تضیع اوقات ہے لیکن میاں طاہر احمد صاحب سے ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کو "مجدد" اور "محدث" کے لفظ سے کیوں اتنی چڑ ہے جس کو حضرت صاحب بار بار اپنے مقام اور مرتبہ اور منصب کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اس لفظ نبی کو روزمرہ بول چال میں استعمال کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ لفظ مجدد اور محدث کو روزمرہ کے محاورہ میں استعمال کرنے سے آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔ چونکہ حضرت صاحب کے صحیح مقام اور منصب کو بیان کرنے کے لیے یہ الفاظ جماعت لاہور استعمال کرتی ہے۔ اس لیے آپ کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے ؛ اسی سے آپ کے دل کی کیفیت اور تقوی کا اظہار ہو سکتا ہے۔

آخر میں میاں طاہر احمد صاحب نے سورۃ النساء کی ۶۹ ویں آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقاً۔ سنائی ہے اور اس سے یہ صریح غلط استدلال کیا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ اُمتی نبی تابع فرمان نبی کے آنے کی گنجائش ہے۔ میاں صاحب ایک غلط عقیدے پر اصرار کے لیے قرآن کی آیت کے معنوں میں تحریف کر رہے ہیں۔ اس آیت کے سیدھے سادھے تو یہ معنی ہیں اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں۔ اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں (کے ساتھ)

اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔"

اس میں صرف مع النبیین یعنی نبیوں کے ساتھ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں اسی معیت کو فاقت کہا گیا ہے۔ اس میں نبی بن جانا کہاں سے آگیا۔ ۲۔ آپ نے اپنی تقریر میں مبشر اولاد کے ذکر میں لاہوری احمدیوں کو استغفار کی تلقین کی ہے۔ ہم تو ہر وقت استغفار کے قائل ہیں لیکن عرض یہ ہے کہ قرآنی آیت کے معنوں میں تحریف کرنے پر خود آپ کو بہت استغفار کرنے کی ضرورت ہے اور غور فرمایئے اس آیت میں تو صرف معیت کا ذکر ہے اس لیے نبی کا لفظ بھی آیا ہے اور جہاں نبی بن جانے کا ذکر ہے وہاں نبی کا لفظ نہیں آیا۔ مثلاً والذین امنوا باللہ ورسلہٖ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء (۱۹-۵۷) یعنی ....۔ اور نبیوں کے متعلق فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (۱۲۴-۶) اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ آپ ایک روحانی جماعت کے خلیفہ ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اس قسم کے غلط استدلال سے پرہیز کیجیے۔ آپ کے مرید تو بغیر سوچے سمجھے آمنا وصدقنا کہہ دیں گے لیکن دوسرا کوئی قرآن کے خلاف اس غلط استدلال کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوگا۔

ہمیں افسوس ہے کہ جماعت ربوہ کے خلفاء اور علما جماعت احمدیہ لاہور سے اپنی نفرت اور دشمنی میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ وہ اس کے خلاف ہر ایسی بات کہنے کو بھی عار نہیں سمجھتے جس کی زد حضرت صاحب کی ذات پر پڑتی ہو۔ انہیں صرف اپنی گھریلو خلافت قائم رکھنے کی فکر ہے حضرت صاحب کو دنیا جو کچھ کہتی رہے اس کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ حضرت صاحب کے خلاف مخالفین نے جو کچھ بھی لکھا اور کہا اس کی تمام تر ذمہ داری جماعت ربوہ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ مخالفین اپنی تقریروں اور تحریروں میں جماعت ربوہ کی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں حضرت صاحب کی کتابوں سے نہیں۔ جماعت ربوہ دراصل ایک سیاسی جماعت ہے اُسے حضرت صاحب کے مشن اشاعت توحید اور اعلائے کلمہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں اس کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس کا دامن ملکی سیاست سے آلودہ دکھائی دیتا ہے جس سے حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمایا تھا اور فرمایا تھا:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

مبشر اولاد

میاں طاہر احمد صاحب نے فرمایا ہے قدرت ثانیہ خلافت ہے اور خلافت کو اپنے گھر کی لونڈی بنا لیا اور فرماتے ہیں حضرت صاحب کی اولاد مبشر اولاد ہے اس لیے خلافت مبشر اولاد کا حق ہے۔ ہمیں حضرت صاحب کی

تحریرات میں یہ کہیں نظر نہیں آیا کہ میرے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوگا اور پھر یہ سلسلہ میری اولاد میں ہی رہے گا۔ کیونکہ وہ میری بشر اولاد ہے۔

جس نظم کے چند شعر میاں طاہر احمد صاحب نے سامعین کے سامنے پیش کیے ہیں وہ ۱۹۰۱ء میں میاں بشیر احمد میاں شریف اور بی بی مبارکہ بیگم کی آمین پر کہی گئی۔ ان کی عمریں اس وقت بالترتیب ۸ سال۔ ۶ سال اور ۴ سال تھیں۔ یہ حضرت صاحب کا فطری تقاضا اور تمنا تھی جیسا کہ ہر ماں باپ کی ہوتی ہے کہ اس کے بچے نیک، صالح اور دنیا میں نام پیدا کرنے والے ہوں لیکن غیب کا علم اللہ کے ہی پاس ہوتا ہے کہ آئندہ چل کر کیا ہوگا۔ جو پانچ بچے آپ کے فوت ہوگئے تھے آپ نے آخر ان کے لیے بھی دعائیں کی ہوں گی اور ان کے لیے بھی اپنی خواہشات کا اظہار کیا ہوگا لیکن وہ فوت ہوگئے اور ان میں وہ بچے بھی شامل تھے جن پر حضرت صاحب نے ۱۸۸۶ء کا الہام چسپاں کیا تھا لیکن وہ فوت ہوگئے اور ان کے لیے حضرت صاحب نے جن آرزوؤں کا اظہار کیا تھا وہ پوری نہ ہوئیں نہ وہ دین کے لحاظ سے اور نہ دنیا کے لحاظ سے پھلے پھولے۔ اگر میاں طاہر صاحب ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کو مرزا بشیر الدین محمود احمد پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اس لڑکے کا نام محض تفاول کے طور پر AS AN AUGURY OR OMENS یا شگون کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا اور کامل انکشافات کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔"

۱۸۹۹ء میں میاں مبارک احمد پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد حضرت صاحب "تریاق القلوب" میں فرماتے ہیں:

"یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد میں تین لڑکوں یعنی محمود، بشیر اور شریف کے پیدا ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدا نے پھر اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح موعود اب آئے گا۔"

صاف ظاہر ہے وہ عظیم الشان لڑکا نہ بشیر اول تھا نہ بشیر دوم (میاں بشیر الدین محمود احمد) نہ میاں بشیر احمد نہ شریف احمد اور نہ میاں مبارک احمد۔ یہ حضرت صاحب کا اپنا اجتہاد تھا جو صحیح نہ نکلا۔ کیونکہ حضرت اپنے اشتہار نمبرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک، یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور شبیہ ہوگا۔"

اب میاں مبارک احمد کے بعد آپ کا کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور مئی ۱۹۰۸ء میں آپ وفات پا گئے۔ جن لڑکوں پر آپ نے اپنی بشارتوں کو چسپاں کیا وہ تو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے اور جس کے متعلق ۵ رنومبر ۱۹۰۷ء کو لکھا وہ آپ کی وفات کے بعد آنے والا ہے کب آئے گا اس کا علم کسی کو نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ آپکی صلبی اولاد میں سے ہو۔ بشیر اور محمود والی پیشگوئی کو جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے اوپر زبردستی چسپاں کر کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اس کے بعد وہ ۲۳ سال تک زندہ نہ رہے اور ان کا دعویٰ سچا نہ نکلا۔ اپنے آپ کو مبشر اولاد میں شامل کرنے والے خدا کا خوف کریں فلا تذکوا نفسکم ھو اعلم لمن اتقیٰ سو اپنے نفسوں کو پاک نہ ٹھہراؤ وہ اسے خوب جانتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ ان ربک ھو اعلم لمن ضل عن سبیلہ و ھو اعلم لمن اھتدیٰ " تیرا رب اُسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے گمراہ ہے اور وہ اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہے۔ مبشر اولاد میں شامل کر کے اپنے آپ کو بے گناہ اور دوسروں کو گنہگار اور اپنے آپ کو پاک اور دوسروں کو ناپاک ٹھہرانا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مقام ہے۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لکم دینکم ولی دین۔

کشتی نوح

حضرت صاحب نے اپنے اس الہام کے مطابق اصنع الفلک باعیننا و وحینا و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔ اور ان کے بارے میں مجھے کچھ نہ کہو جو ظالم ہیں وہ غرق کئے جائیں گے " یہ کشتی حضرت نوح کی کشتی کی طرح لکڑیوں کے تختوں سے بنی ہوئی نہ تھی اور نہ ہی ویسا سیلاب آیا تھا۔ بلکہ اس سے مراد آپ کی جماعت تھی جو ان لوگوں پر مشتمل تھی جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس میں ایک بڑا باریک نکتہ ہے۔ حضرت نوح کی کشتی میں ان کا بیٹا سوار نہ ہوا۔ اور اللہ نے فرمایا ینوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ حضرت نوح کا بھی یہ فطری تقاضا اور دلی تڑپ تھی کہ ان کا بیٹا غرق ہونے سے بچ جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بد اعمال کی وجہ سے اسے حضرت نوح کے اہل میں سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مامور من اللہ کے اہل میں وہی لوگ شامل ہوتے ہیں جن کے اعمال نیک ہوں۔ جن کے اعمال نیک نہ ہوں وہ ان کے اہل میں شامل نہیں ہوتے وہ ان کے صلبی بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ حضرت صاحب کی ہزاروں تک پہنچی ہوئی اولاد میں سے کون نیک ہے اور کون نیک نہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اولاد حضرت صاحب کے مسلک سے دور

جا پڑی ہے اور یہی وہ ظلم ہے جس کی طرف الذین ظلموا میں اشارہ ہے۔
ظلم کے معنی وضع الشئ فی غیر موضعہ المختص بہ۔ یعنی ایک چیز کا اس مقام سے جو اس کے لیے مختص ہے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا کے ہیں۔ ان معنوں کے لحاظ سے کیا یہ ظلم نہیں کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت صاحب کو ان کے اصلی مقام مجدد اور محدث سے ہٹا کر حقیقی نبی کے مقام پر رکھ دیا؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا رکھا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت صاحب کو ٹھہرایا؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے حضرت صاحب کا نام بھی نہیں سنا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ خود اپنی جماعت کے لوگوں کو منافق ٹھہرا کر قادیان اور پھر ربوہ سے نکلنے پر مجبور کیا؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ حضرت صاحب کے مخلص اور محب ساتھیوں کو نعوذ باللہ منافق اور بے ایمان کہہ کر جماعت کے اندر اپنی خلافت کے قیام کی خاطر بدنام کیا۔ کیا یہ حضرت صاحب کی جانشین انجمن کو توڑ کر آمریت قائم کرنا۔ پاپائیت کی طرز پر خلافت قائم کرنا۔ جمہوریت کی جگہ آمریت قائم کرنا ظلم نہیں۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ اپنے ہی مریدوں کے خلاف جنہوں نے خلافت کو سہارا دیا تھا بائیکاٹ کرایا گیا۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا دودھ تک بند کر دیا اور بعض کو قتل کرایا گیا۔ پھر اس ظلم کا کیا نتیجہ ہونا چاہیئے تھا۔ یہی جو ہوا اور جماعت لاہور بھی گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس گئی۔ کیونکہ اس نے سورۃ الانفال کی آیت ۲۵۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ، اپنے آپ کو اس فتنہ سے بچانے کے لیے اپنے اعتقادات کو عوام کے سامنے زور شور سے پیش کر کے اپنا تشخص قائم کرنے کے لیے غیر اسلامی قادیانی معتقدات سے بیزاری کا اعلان بار بار نہ کیا۔ اگر میاں طاہر احمد کے نزدیک ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ سکھوں اور پارسیوں وغیرہ کی صف میں شامل ہو جانا بربادی نہیں تو پھر ان کے عقل و شعور کا ماتم ہی کرنا چاہیئے۔ حضرت صاحب ان لوگوں کو اسلام کا راستہ دکھانے کے لیے تشریف لائے تھے اور بجائے اس کے کہ یہ خود اُن کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ یہ بربادی اور غرق ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا حضرت صاحب کی اولاد یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ اس روحانی مقام پر پہنچی ہوئی ہے جو معیار اس مقام کے لیے حضرت صاحب نے کشتی نوح میں جماعت کے سامنے رکھا ہے اس معیار کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے اور پھر دعویٰ کرنا چاہیئے۔ نوح کے بیٹے کی مثال سے آپ کیوں سیخ پا ہوتے ہیں اپنے اندر جھانکیے اور پھر بتائیے کہ کیا یہ مثال صادق آتی ہے یا نہیں۔ کیا نوح کے بیٹے کی طرح حضرت صاحب کی نافرمانی ہوئی ہے یا نہیں۔ اس کا ذکر اس سے قبل تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔

ہمیں میاں طاہر احمد صاحب کی دعوت

میاں طاہر احمد صاحب دنیا کے حالات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ہمیں یہ دعوت دیتے ہیں کہ "یہ اختلاف کا وقت نہیں ہے اکٹھے ہونے کا وقت ہے اسلام کی خاطر، خدا کی خاطر، دنیا کی بھلائی کی خاطر، دنیا کو ہلاکت سے بچا دینے کی خاطر آپ کو کلام اللہ کے پیغام کے ساتھ یہ دعوت دیتا ہوں کہ:

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ....

آپ بھی مسیح موعود کو سچا مانتے ہیں ہم بھی مسیح موعود کو سچا مانتے ہیں۔ ......" اور اس کے بعد پھر وہی اصرار ہے کہ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی اللہ کہا اس کو نبی مانیں وغیرہ :.....

ہم میاں صاحب موصوف کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو بر اور تقوی پر تعاون کرنے سے کس نے انکار کیا اور اثم اور عدوان پر تعاون کرنے پر کس نے اصرار کیا جماعت کا اتحاد قائم رکھنے کے لیے حضرت مولنا محمد علی نے جو نہایت معقول تجاویز پیش کیں ان کو محض اپنی خاندانی خلافت اور جماعت پر اقتدار قائم کرنے کی خاطر کس نے مسترد کیا۔ اس کے بعد لاہور سے ایک وفد کو بعض تجاویز دے کر بھیجا گیا اس سے ملاقات کرنے سے کس نے انکار کیا۔ قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کو جلا ڈالنے کے قابل ردی کے کاغذ کس نے کہا اور اس کی اشاعت کو نہایت حقارت سے کس نے ٹھکرایا۔ حضرت مولنا محمد علی نے یہ سب کچھ اسلام کی خاطر۔ خدا کی خاطر۔ دنیا کی بھلائی کی خاطر اور حضرت صاحب کے مشن کی خاطر ہی کیا تھا۔ لیکن کس نے اس سب کچھ کو نہایت رعونت کے ساتھ حقارت سے ٹھکرا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے کہ نیکی اور تقوی کے معاملے میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور زیادتی اور گناہ کے معاملے میں تعاون نہ کرو۔ کیا آپ کے نزدیک جو کچھ حضرت مولنا محمد علی نے کیا وہ تقوی اور بر اور حضرت صاحب کے ارشادات کے مطابق نہیں تھا۔ اور جناب میاں محمود احمد صاحب کا رویہ اثم اور عدوان نہیں تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کے تقوی اور بر۔ اثم اور عدوان کے پیمانے مختلف اور قرآن کریم کے اصولوں کے خلاف پڑے ہوئے ہیں جن پر تعاون نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے نزدیک بر اور تقوی یہ ہے حضرت مسیح موعود کو مجدد اور محدث نہ مانا جائے بلکہ ان کے اپنے موقف کے برعکس نبی اور حقیقی نبی

ماناجائے اور ہمارے نزدیک یہ اثم اور عدوان ہے۔ آپ کے نزدیک یہ براہ رتقویٰ ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت صاحب کا نام بھی نہیں سنا کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جائے لیکن ہمارے نزدیک یہ اثم اور عدوان ہے کیونکہ حضرت صاحب کا اپنا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ آپ سے کس طرح تعاون ہو سکتا ہے۔

ہم حضرت مسیح موعود کو جن معنوں میں ان کی اپنی تشریح کے مطابق سچا اور امام مانتے ہیں آپ ان کو ان معنوں میں نہیں مانتے بلکہ مجدد اور محدث کا لفظ تک اپنی زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے پھر آپ کس طرح ہمیں اپنے ساتھ مل بیٹھنے اور تعاون کی دعوت دیتے ہیں۔

ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف بر بنائے عقائد کے آج ۸۰ سال گذر چکے ہیں اب پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں جو کام ہم کر رہے ہیں۔ وہ انشاء اللہ حضرت صاحب کی وصیت کے مطابق کرتے رہیں گے۔ اب ہماری جماعت کو یہ کہہ کر بہلانا پھسلانا کہ عقائد میں کوئی فرق نہیں صرف اقتدار کا جھگڑا تھا آپ کے کام نہیں آئے گا۔ کیونکہ اب ہم پہلے کی طرح خاموشی سے یہ باتیں برداشت نہ کر سکیں گے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت صاحب کا صحیح مقام سمجھنے کی توفیق اور اپنے غلط عقائد سے رجوع کی اخلاقی جرأت عطا فرمائے۔ آمین!